ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

استاذ قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت آباد کراچی

نبی کریم ﷺ کی فصاحت وبلاغت کے اعجازی پہلو

لفظ سیرت کا ذکر کرتے ہی ایک مسلمان کے ذہن وفکر پر نبی کریم ﷺ کی سیرت وکردار کا تصور ابھرتا ہے۔ لفظ سیرت کے اگرچہ لغوی معنی ہیں چلنا پھرنا، چال چلن (۱) لیکن اصطلاح میں اس سے مراد نبی کریم ﷺ کے حالات وکردار ہی ہوتے ہیں۔ سیرت نگاروں نے نبی کریم ﷺ کے سیرت وکردار کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیا ہے اور ان زاویوں کے مناہج واسلوب بھی جدا جدا رکھے گئے ہیں، بظاہر کسی کی زندگی کا جائزہ پیش کرنا بہت آسان ہے لیکن نبی کریم ﷺ کے حوالے سے سیرت نگاری کا فن اتنا آسان نہیں جتنا نظر آتا ہے۔

انسان جس کے لئے خود اپنی نفسی یا قلبی کیفیات کو پہچاننا ازبس دشوار ہے اس کے لئے کسی عظیم انسان کے نفسیاتی احوال وظروف کا ادراک کرنا اور اس کی روشنی میں اس کے کردار، رویوں، اخلاق واعمال کا مشاہدہ کرنا اور مشاہدہ حق کو معرض اظہار میں لانا بہت مشکل کام ہے۔(۲)

سیرت نگاروں نے نبی کریم ﷺ کی سیرت کے مطالعہ کے لئے مختلف مناہج اپنائے ہیں۔

۱۔ ان میں سے ایک اسلوب کو تاریخی منہاج کہہ سکتے ہیں جس میں سیرت نگار تاریخ کی روشنی میں سیرت قلمبند کرتا ہے اس کا مطالعہ تاریخ کی روشنی میں ہوتا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کی سیرت اس تاریخی تناظر میں بیان کرتا ہے جس میں آپ ﷺ کی بعثت ہوئی ہے وہ اس سے قبل اور اس زمانہ کے معاشی، معاشرتی، تمدنی حالات کے پس منظر کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی سیرت بیان کرتا ہے یہ سیرت نگاری کا سب سے وسیع اور کشادہ پہلو ہے۔

۲۔　دوسرا اسلوب جسے ہم منہاج السنۃ کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارکہ حدیث نبوی، اصولِ حدیث اور علم رجال کی روشنی میں بیان کئے جائیں یہ اسلوب بہت مشکل بہت مستند اور بہت جامع ہے اس نہج پر قائم رہتے ہوئے سیرت نگاری ہی دراصل سیرت نگاری کہی جاسکتی ہے۔

۳۔　تیسرا اسلوب تقابلی مطالعے کا ہے یہ تقابلی مطالعے انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت کے ساتھ تقابل اور عام مفکرین و مصلحین کے ساتھ تقابلی مطالعے کا نام ہے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ تقابلی مطالعہ کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے تمام انبیاء پر فضیلت کے باوجود بھی یہی فرمایا کہ مجھے دیگر انبیاء پر فضیلت نہ دو جہاں تک دیگر مصلحین و شخصیات سے تقابل کا تعلق ہے تو بحیثیت مسلمان ہم سمجھتے ہیں ان کا نبی کریم ﷺ سے تقابل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔(۳)

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

یہ بحث تو سیرت نگاری میں مأخذ و مصدر کے حوالے سے تھی لیکن سیرت نگاری میں کچھ اسلوب وہ ہیں جن میں آپ ﷺ کی سیرت کے کسی خاص اعجازی پہلو کو جمع کر کے پیش کیا گیا ہے مثلاً آپؐ کی اخلاقیات کا پہلو، آپؐ کی معاشرتی و تمدنی تعلیمات کا پہلو، خود آپؐ کے کلام کا اعجازی پہلو۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ادبی پہلو درحقیقت آپؐ کی سیرت کا اعجازی پہلو ہے۔ آپؐ کے کلام میں جو جواہر پارے محفوظ ہیں ان کے ادبی پہلو پر جو توجہ دی جانی چاہئے تھی وہ نہیں دی جاسکی، آپ ﷺ کی شخصیت کا یہ پہلو اسی وقت نمایاں ہو کر سامنے آئے گا جب ہم زمانہ جاہلیت کے عربوں میں رائج اسلوب کلام کا مطالعہ کریں۔

زمانہ جاہلیت میں فصاحت وبلاغت

عرب خطبات اور مروجہ ادب کی سب سے بڑی خصوصیت اختصار تھی۔(۴) مگر اصلاح ذات البین کے خطبے قدرے طویل ہوتے تھے۔(۵) اشعار سے استشہاد ان کے ہاں عام ہے۔ عربوں میں خطابت ایک فن کی حیثیت سے ارتقاپذیر نہیں ہوئی بلکہ ان کے لئے

خطابت ایک ضرورت تھی اور وہ اسے اسی طرح استعمال کرتے تھے۔ یونانیوں، رومیوں اور ایرانیوں کے ہاں خطابت نے جو فنی صورت اختیار کی تھی وہ یہاں نظر نہیں آتی امام الادب جاحظ لکھتے ہیں۔

کل کلام للفرس و کل معنی للعجم فانما ھوعن طول فکرۃ وعن اجتھاد و خلوۃ وعن مشاورۃ و معاونۃ وعن طول التفکرو دراسۃ الکتب وکل شی للعرب فانما ھوبدیھۃ وارتجال و کانہ الھام ولیست ھناك معاناۃ ولا کابدۃ ولا اجالۃ فکرۃ ولا استعانۃ وانماھو ان یصرف وھمہ الی الکلام والی رجز یوم الخصام والی جملۃ المذھب والی العمود الذی الیہ یقصد فتاتیہ المعانی ارسالا وتنثال علیہ الا لفاظ انثیالا (٦)

عجمیوں کا ہر کلام اور ہر معنی طویل غور و فکر، کوشش وکاوش، خلوت گزینی، مشورے اور معاونت، طول فکر اور کتب خوانی سے حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ عرب کے لئے ان میں سے ہر چیز بدیہی اور ارتجالاً ہے گویا کہ الہام ہے۔ انہیں نہ تو کسی سے مدد لینے کی ضرورت ہے نہ مشقت اٹھانے کی اور نہ ہی غور و فکر اور استعانت کی، صرف اس چیز کی ضرورت ہے کہ اپنی توجہ کو کلام کی طرف مبذول کریں، لڑائی کے دن کے مقابلہ کو یاد کر کے پورے راستے کو ذہن میں رکھیں اور ان مقاصد کو سامنے رکھیں جن کا ارادہ ہو تو معانی از خود وارد ہوتے ہیں اور الفاظ پھوٹ پڑتے ہیں۔

ادب جاھلیہ میں بدیہیت وارتجال کا عنصر غالب ہے اور ان کی حیاتِ بدویہ کا تقاضہ بھی یہی تھا۔ جہاں تک فکری پہلو کا تعلق ہے تو عربی خطابت سادگی، عدمِ تعمق اور عام فہم اسلوب کا نمونہ ہے۔ ان کے ہاں فلسفیانہ استدلال کے بجائے تجربات و مشاہدات اور عمدہ تمثیلیں عام ہیں البتہ کاہنوں کے ہاں تکلف، سجع اور تعقید پائی جاتی ہے۔ زہرہ کاہنہ بنی رئام کو مخاطب کر کے کہتی ہے۔

واللوح الخافق والليل الفاسق والصباح الشاعق والنجم الطارق والمزن الوادق ان شجر الوادی لیاد و ختلاو یحرق انیا با عصلا و ان صخر الطرد لینذر ثکلا عصلا تجدون عنه معلاً (۷)

برق تپاں، شب دیجور، صبح روشن چمکدار ستارہ برسنے والی بدلی گواہ رہیں کہ وادی کے درخت پر دھوکے کا پھل آئے گا اور ٹیڑھی انگلیوں کے پوروں کو جلادے گا اور ٹیلے کی چٹان اس عورت کو ڈرائے گی جس کا بچہ گم ہو گیا ہے تم اس سے کچھ بھی چھین نہ سکو گے

سجع کا یہ انداز دوسرے انواعِ خطبات میں بھی پایا جاتا ہے لیکن اتنا نہیں۔ مفاخرات ومنافرات میں خصوصاً اس کے اثرات ہیں جیسے اشراف عرب نے کسریٰ کے سامنے اظہار فخر کیا۔ (۸) اسی طرح طریف بن العاصی الدوسی اور حارث بن زیبان کی مفاخرت۔ (۹) عامر بن طفیل اور علقمہ بن علاثہ کی منافرت۔ (۱۰) عبدالمطلب بن ہاشم اور حرب بن امیہ کی منافرت میں نفیل بن عبدالعزیٰ کی گفتگو (۱۱) وصیت (۱۲) اور وعظ (۱۳) کے خطبات میں بھی سجع کے آثار ملتے ہیں غالباً سجع کا قوی سبب اس کی تاثیر ہے۔ الفاظ کا شکوہ سامع کو متاثر کرتا ہے۔ (۱۴) اور اس کے صوتی اثرات قلب و ذھن کو محظوظ کرتے ہیں چونکہ سجع موزونیت کے لحاظ سے شعر کے قریب تر ہوتا ہے اور شعر کی اثرانگیزی مسلمہ ہے اس لئے یہ بھی طبیعتوں کو متاثر کرتا ہے لیکن سجع کو تکلف وتصنع کی وجہ سے بالعموم پسند نہیں کیا جاتا مترادف الفاظ کا استعمال بھی عرب خطابت میں موجود ہے اس کا سبب بھی سامع کی طلب اور اس کے ذوق کی تسکین ہے۔

کلام نبوی ﷺ کا درجہ استناد

اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کی حفاظت کے ضمن میں ہمارے اسلاف نے احتیاط و اہتمام کی جو روش اختیار فرمائی وہ بے نظیر و بے مثال ہے لیکن ارشادات نبوی ﷺ کو حرزِ جاں بنانے میں بھی اکثر بزرگوں نے کافی اہتمام کیا، چنانچہ جہاں کتاب اللہ کے متعلق حکم ربانی تھا۔

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۝ (۱۵)

سو جس نے اسے سننے کے بعد بدل ڈالا تو پھر اس کا گناہ انہی لوگوں کے سر ہوگا جو اسے بدلتے ہیں۔

وہاں حدیث نبوی ﷺ کے متعلق حذر واحتیاط کو لازم ٹھہرانے اور افترا پردازی کی روش اختیار کرنے والوں کے لئے بھی خود زبان نبوت ﷺ سے شدید وعید آئی ہے کہ!

من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار (۱۶)

جس نے جان بوجھ کر میری طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کی تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم بنانا چاہئے۔

مگر کتابُ اللہ کی حفاظت اور کلامِ (حدیث) رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں بڑا فرق ہے، ایک تو یہ کہ آیات کلام اللہ نازل ہوتے ہی ایک طرف تو نبوت کے قلب اطہر پر! **سنقرئك فلا تنسى** (۱۷) تجھے قرآن ایسا پڑھائیں گے کہ تو اسے بھولے گا ہی نہیں، کے رنگ میں نقش ہو جاتی تھیں، تو دوسری طرف!

فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۝ (۱۸)

ان لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوگا جنہیں علم دیا گیا ہے۔

کے حکم ربانی کے مطابق حفاظ صحابہ کرامؓ کے سینوں میں بھی یہ محفوظ ہو جاتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی کاتبان وحی ان آیات بینات کو سپرد قلم فرما دیتے تھے۔(۱۹) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (۲۰) کا تاکیدی عہد ربانی بھی ہے، لیکن حدیث نبوی کے اہتمام کے ضمن میں ایسی کوئی بات نہیں آئی!

اس سلسلے میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ جہاں آیات بینات کی قرأت بالمعنی گستاخی، تحریف اور غلط قرار دی گئی ہے وہاں احادیث کے ضمن میں علماء نے حدیث نبوی کی روایت بالمعنی کی بھی اجازت دی ہے۔(۲۱) لہذا یہاں حدیث نبوی سے ہماری مراد حضور اکرم ﷺ کے وہ ارشادات ہیں جو قولی حدیث کہلاتے ہیں اور مستند روایت کے ذریعہ صحت کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے۔ کلام نبویؐ (حدیث) کو استناد کا درجہ قرآن نے دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے!

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (۲۲)

اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے بلکہ وہ وہی کہتے ہیں جو ان پر وحی کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت صاحب ''جوامع الکلم''

نبی کریم ﷺ کے لب مبارک سے جو کچھ ادا ہوتا ہے وہ کسی عام انسان کی طرح اس کے نفس کی خواہشات کی ترجمانی نہیں ہوتی بلکہ رب ذوالجلال کی ترجمانی اور اس کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے وحی دو قسم پر مشتمل ہے ایک وحی جلی جس کے معانی ومفاہیم کے ساتھ اس کے الفاظ بھی قرآن کریم کی شکل میں محفوظ ہیں، دوسری وحی خفی جس کے الفاظ نہ سہی معانی تو محفوظ ہیں۔(۲۳) لیکن جو الفاظ وحی خفی کے بھی محفوظ رہ گئے ہیں، ان میں بھی تفرد، اعجاز اور اچھوتا پن نمایاں ہے۔ اسی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا **فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جو امع الکلم** (۲۴) مجھے دوسرے انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی، جن میں سے ایک میرا صاحب ''جوامع الکلم'' ہونا ہے اس کی تائید نبی کریم ﷺ کی دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا **نصرت بالصبا و اوتیت جوامع الکلم** (۲۵) اللہ تعالیٰ نے غزوہ خندق میں میری! بادِ صبا کے ذریعہ مدد کی اور مجھے جوامع الکلم دیئے گئے۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے!

اعطیت جوامع الکلم و اختصر لی الحدیث اختصاراً (۲۶)

الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ابن سیرین کے توسط سے ابو ہریرہؓ کی روایت ہے!

اعطیت فواتح الکلم (۲۷)

ابو موسیٰ اشعری کی روایت میں **وخواتمه**(۲۸) کے الفاظ زائد ہیں، ابو ہریرہؓ سے دوسری روایت میں **بعثت بجوامع الکلم**(۲۹) (یعنی مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے) منقول ہے۔

ھند بن ابی ھالہ کی روایت ہے **کان یتکلم بجوامع الکلم** (۳۰) نبی کریم ﷺ کے کلام کو بہت سی خصوصیات کا جامع بنایا گیا تھا۔(۳۱)

فصاحت، بلاغت اور جوامع الکلم کی وضاحت

اکثم بن صیفی، جو حضور اکرم ﷺ کا معاصر تھا مگر اعلان نبوت سے قبل ہی فوت ہو گیا تھا، ایک فصیح و بلیغ خطیب تھا اور لوگ اسے حکیم العرب (عربوں کا دانا و عاقل) کہتے تھے، وہ بلاغت کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"دنو الماخذ و قرع الحجة وقليل من كثير (۳۲)

"لفظ و معنی کا ماخذ آسان اور ذہنوں کے قریب تر ہو، اسلوب دلائل انتہائی موثر و لاجواب ہوں اور بہت سے الفاظ کی محتاج بات کو کم سے کم لفظوں میں بیان کرنا بلاغت ہے۔"

مشہور امامِ ادبِ عربی الاصمعی کا قول ہے۔

البليغ من طبق المفصل و اغناك عن المفسر (۳۳)

"فصیح و بلیغ وہ شخص ہوتا ہے جو بات کو کھول کر پیش کرے اور کسی تفسیر یا وضاحت سے بے نیاز کر دے۔"

جاحظ نے البیان والتبیین میں مختلف اقوام کے ہاں رائج بلاغت کے مفہوم کے متعلق اقوال نقل کیے ہیں۔ چنانچہ اہل فارس کے نزدیک "البلاغة هي معرفة الفصل من الوصل" یعنی فصل اور وصل کے مواقع سے آگاہی کا نام بلاغت ہے، یونانیوں کے نزدیک "تصحيح الأقسام و اعتبار الكلام" بیان کی تقسیم درست ہو اور بات جچی تلی ہو، کا نام بلاغت ہے، رومیوں کا خیال یہ ہے کہ "حسن الاقتضاب عندالبداهة والغزارة يوم الاطالة" فی البدیہہ بولنا پڑے تو حسن اختصار سے کام لینا آتا ہو اور بات کو طول دینے کا موقع ہو تو ذہنی زرخیزی میسر ہو، کا نام بلاغت ہے، قدیم اہل ہند کی رائے میں "وضوح الدلالة وانتهاز الفرصة وحسن الا شارة "استدلال واضح ہو، موقع شناسی کا ملکہ حاصل ہو اور حسن اشارہ سے کام لینا آتا ہو، تو بلاغت ہے، مشہور عرب خطیب امام معتزلہ عمرو بن عبید نے بلاغت کی تعریف یوں کی ہے۔ (۳۴)

"تخير اللفظ في حسن الافهام وتقد ير حجة الله في

عقول المکلفین وتخفیف المئونة علی المستعین وتزیین تلك المعانی فی قلوب المویدین بالالفاظ المستحسنة فی الاذان المقبولة عند الاذهان رغبة فی سرعة استجابتهم ونفی الشواغل عن قلوبهم بالموعظة الحسنة علی الکتاب و السنة (۳۵)

''حسن تفہیم کے لئے چنے ہوئے لفظ لانا، مکلّف بندوں کی عقلوں میں اللہ تعالیٰ کی حجت کو راسخ کرنا، سننے والوں کی ذمہ داری کو کم کرنا، ارادت مندوں کے دلوں میں ان معانی کو سجانا، ایسے الفاظ سے جو قوت سامعہ کو بھلے لگیں اور ذہنوں کو قبول ہوں، جن سے کتاب وصفت کی اساس پر موعظۂ حسنہ کے ذریعہ انہیں جلد آمادہ کرنے اور ان کے دلوں سے مشغول رکھنے والی باتوں کو نابود کرنا مقصود ہو۔''

گویا جس بات کا سرچشمہ دل کی گہرائی ہو، وہ دماغ سے خوبصورتی کے ساتھ ڈھل کر نکلے، زبان سے سنور کر ادا ہو، اور کانوں میں شیرینی اور رس گھولتے ہوئے دلوں میں اتر جائے، وہی بات بلیغ ہے!

اعجاز کے معنی ہیں عاجز کر دینا، بے بس بنا دینا، اسی سے معجزہ مشتق ہے جو عاجز کر دینے کے معنی میں ہوتا ہے، کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (۳۶) اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول معجزات سے نوازے جاتے تھے تاکہ ان کے مخالفین پر یہ بات واضح ہو کہ وہ بشر ہوتے ہوئے بھی عام بشر کی طرح نہیں ہوتے۔ ان کا اللہ رب العزت سے خاص تعلق ہوتا ہے جو عام بشر کو عطا نہیں ہوتا۔ یہی تعلق وحی من اللہ، منصب رسالت و نبوت پر فائز ہونے اور اللہ تعالیٰ کا پیغامِ حق انسانیت تک پہنچانے سے عبارت ہے۔ (۳۷)

جوامع جامع کی جمع ہے اس کے اندر چیزوں کو اکٹھا کرنے اور سمیٹنے کا مفہوم پایا جاتا ہے کلم کلمہ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں بات یعنی ایسے اقوال جو کثیر المعانی اور قلیل الالفاظ ہوں۔ (۳۸) جاحظ نے جوامع الکلم کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے! **وهوا لکلام القلیل الجامع الکثیر** (۳۹) کلام نبوت کے جوامع الکلم ہونے سے مراد ایسا کلام ہے جو قلیل الالفاظ ہوتے ہوئے بھی کثیر المعانی ہو۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک اور سیرت

نگار لکھتے ہیں، ''جوامع الکلم سے آپ ﷺ کا وہ جامع کلام مراد ہے، جس کی فصاحت وبلاغت کا مقابلہ اور برابری کی ہی نہیں جاسکتی جو بیان اور بلاغت کا آخری درجہ اور بے انتہاء مدلل بھی ہے''(۴۰) اسے جوامع الکلم کہا جاتا ہے اور یہ اقوال وملفوظات اس حد تک مقبول ہوئے کہ عربی نظم ونثر کا حصہ بن گئے انہی خصوصیات کی بنا پر قاضی عیاض نے اسے خصائص نبوی میں شامل کیا ہے۔(۴۱) جوامع الکلم میں دو بنیادی خصوصیات کا ہونا ضروری ہے ایک ایجاز واختصار دوسرے جامعیت اور یہ دونوں خصوصیات نبی کریم ﷺ کے کلام میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں

جوامع الکلم کی خصوصیت عطا ہونے کی وجہ

اور آپ کو اس خصوصیت کے عطاء کئے جانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کو جس قوم کی طرف مبعوث کر کے بھیجا گیا تھا اس میں شاعر، ادیب اور خطیب کو جو مقام حاصل تھا وہ کسی کو نہ تھا۔ آپؐ پر جو قرآن نازل ہوا اس میں بھی یہی خصوصیت پنہاں تھی کہ وہ اس کی نظیر لانے سے عاجز رہے، آپؐ کی زبان مبارک سے جو الفاظ ادا ہوئے وہ بھی اسی اعجازی صفت کا پرتو تھے یہی وجہ ہے آپؐ کی زبان سے ادا ہونے والے جملوں میں بہت سے ایسے جملے ہیں جو آپؐ سے پہلے کبھی عربی ادب کا حصہ ہی نہیں تھے۔(۴۲)

بلاغت نبوی ﷺ ایک معجزہ ہے، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب آنحضرت ﷺ کے اخلاق حسنہ اور سیرت طیبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا تھا کہ کان خلقه القرآن (۴۳) یہ قول بھی اعجاز نبوی ﷺ کا ترجمان ہے، گویا قرآن کریم جو نظریاتی تعلیم ہے اس کی عملی تفسیر پیغمبر ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی سنت ہے۔ قرآن کریم کے احکام پر صحیح عمل اور آیات بینات کی عملی تصویر و تفسیر آنحضرت ﷺ کی ذات ہے۔ اس عملی تصویر اور تفسیر کا ایک پہلو آپؐ کی فصیح و بلیغ گفتگو کے اقتباسات، کلمات اور محاورات کا قرآن سے مزین ہونا بھی ہے۔ چنانچہ آپؐ کے کلام معجز نظام میں جو وما ینطق عن الهوی ان هوالا وحی یوحی ○ (۴۴) کی ضمانت الٰہی سے مشرف تھا اپنے اندر قرآنی رنگ کی بیشمار اور بکثرت جھلکیاں رکھتا تھا۔ آج تک کسی کا ایسا کلام اور ایسی گفتگو دیکھنے میں نہیں آئی جس میں قرآنی اقتباسات، کلمات و محاورات اتنی کثرت

اور وافر مقدار میں پائے جائیں جس قدر ان سے کلامِ نبوت مزین ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ یہ بھی فرماتی ہیں کہ!

ماکان رسول اللّٰہ یسرد کسرد کم ھذا ولکن کان یتکلم بکلام بین فصل یحفظه من جلس الیه، وکان رسول اللّٰہ یحدث حدیثا لو عده العاد لا حصاه (۴۵)

"یعنی رسول اللہ ﷺ لگاتار تیز تیز نہیں بولتے تھے، تم لوگ لگاتار تیز تیز بول کر بات کو خلط ملط کر دیا کرتے ہو، آپؐ تو واضح الگ الگ نکھرے ہوئے انداز میں بات کرتے تھے حتیٰ کہ آپؐ کے پاس بیٹھنے والے آپؐ کی باتوں کو حفظ کر لیا کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بات کرتے تھے تو اگر کوئی شمار کرنے والا آپؐ کے حروف والفاظ گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔"

کلام نبوی ﷺ کی امتیازی خصوصیات

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول سے چار ایسی باتیں واضح ہوتی ہیں جو فصحاء وبلغاء کو کم ہی نصیب ہوئی ہیں۔

۱۔ آپ کی گفتگو میں کوئی الجھاؤ، ابہام یا بے اعتدالی نہیں ہوتی تھی۔

۲۔ یہ گفتگو نہایت واضح، الگ الگ نکھرے ہوئے انداز اور عام فہم قسم کی ہوتی تھی۔

۳۔ اس گفتگو کا ذہن نشین کرنا، بلکہ دل میں اتارنا آسان ہوتا تھا اور نبی کی شان بھی یہی ہے کہ اس کی بات ذہن نشین ہو کر دل میں اتر جائے تاکہ اثرات ونتائج کا مظاہرہ ہو۔

۴۔ آپ ہمیشہ ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تھے تاکہ آپؐ کی گفتگو سے سب کو فائدہ ہو اور ہر خاص وعام اس سے مستفیض ہو سکے۔ (۴۶)

حضرت ہند بن ابی ہالہ قریش کے وصاف الحلیہ مشہور تھے، عربوں کے قدیم فنون ومعارف خامیوں سے مبرا ہوتے تھے، کہتے ہیں آپ ﷺ کے کلام کو غیبی تائید وتوفیق الٰہی حاصل تھی۔ کسی نے آپؐ کے کلام سے زیادہ مفید، سچا، مناسب وموزوں، خوش اسلوب،

عمدہ معنی، اثرانگیز و دلنشیں آسان و زود فہم اور اپنے مقصد و مدعا کو وضاحت کے ساتھ کھول کر بیان کرنے والا نہیں پایا۔"

صاحب الشفاء قاضی عیاض کا قول ہے کہ!

واما فصاحة اللسان و بلاغة القول فقد كان صلى الله عليه وسلم من ذلك بالمحل الافضل والموضع الذى لا يجهل، سلالة طبع وبراعة منزع وايجاز مقطع و نصاعة لفظ و جزالة قول و صحة معان وقلة تكلف(۴۷)

"جہاں تک فصاحت لسانی اور بلاغت گفتار کا تعلق ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں افضل ترین مقام کے مالک تھے، آپؐ کا مرتبۂ فصاحت کسی سے پوشیدہ نہیں، طبیعت کی سلاست وروانی معانی پیدا کرنے کا کمال، جامع و مختصر جملے، چمک دمک والے الفاظ، صحیح اور تکلف سے پاک کلام آپؐ کا امتیاز تھا۔"

مصطفیٰ صادق الرافعی لکھتے ہیں!

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت کے کمال اور زبان پر سوچ کے غالب آنے کا نتیجہ یہ تھا کہ آپؐ کم گو ہو گئے تھے۔ آپؐ کے الفاظ بڑے اعتدال سے ادا ہوتے تھے جو گفتار کے معانی پر محیط ہوتے تھے۔ آپ کو یوں لگے گا کہ آپؐ کی شخصیت چھوٹے سے جملے اور چند کلمات میں اپنے بھرپور معانی کے ساتھ مجتمع ہو گئی ہے، یوں کلام میں الفاظ نہیں بلکہ الفاظ میں شخصیت متحرک دکھائی دے گی۔ چنانچہ آپ کی گفتار میں ایسے منفرد کلمات و محاورات بکثرت نظر آئیں گے جن میں آپؐ کے ساتھ کوئی اور عرب شریک نہیں ہے، آپ ﷺ کے کلام میں جوامع الکلم کی بھی کثرت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوب خالص تھا اس لئے نہ تو کسی چیز کے اظہار میں آپؐ عاجز رہے اور نہ کسی بات میں مبالغہ آمیزی نظر آئی۔ اس سلسلے میں کمال فصاحت وبلاغت کے ساتھ آپؐ کی گفتار کو وہ ترتیب اور تنظیم میسر آئی جس کا قصد کرنے والا اسے پانے سے عاجز رہا اور اگر اس کا کچھ تھوڑا بہت کسی نے پا بھی لیا تو بھی وہ کمال سے عاجز ہی رہے گا، کیونکہ اسلوب کا بچاؤ طبیعت و فطرت سے تعلق رکھتا

ہے جو قابو میں آنے والی نہیں خواہ کوئی کتنی بھی مشقت و ریاضت کر لے اور ثابت قدمی و استقامت میں خواہ کتنی ہی مبالغہ آمیزی اور غلو سے کام لیتا رہے۔"(۴۸)

بلاغت کے متعلق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال بھی ہیں جن سے آپؐ کا اپنا نظریہ بلاغت مرتب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپؐ کو لمبی چوڑی تقریر پسند نہ تھی آپؐ خود بھی مختصر خطبہ ارشاد فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس کا حکم دیتے۔ کاہنوں کا سا سجع و قافیہ آپؐ کو پسند نہ تھا، بات کا بتنگڑ بنانا اور تکلف سے باچھیں کھولنا بھی آپؐ کو ناپسند تھا

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپؐ کے سامنے بڑی لمبی چوڑی تقریر کی اور تیزی اور چرب زبانی کی انتہا کر دی، آپؐ نے فرمایا!

کم دون لسانك من حجاب کہ تیری زبان کے سامنے کتنی رکاوٹیں ہیں؟

تو بولا **مشفتای واسنانی** ؟ کہ دو چیزیں رکاوٹ ہیں میرے دو ہونٹ اور میرے دانت! آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ زبان انسان کو قابو میں رکھنے والی چیز ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو بتیس دانت دیئے ہیں جو زبان کو ادھر ادھر پھسلنے سے بچاتے ہیں۔ پھر دو ہونٹوں کا قفل ہے اگر لگ جائے تو زبان کی کیا مجال جو اپنا کسی قسم کا عملی مظاہرہ کر سکے، بظاہر آپؐ کا مخاطب بھی آپؐ کی بات کو سمجھ گیا تھا، اس لئے آپؐ نے اس سے کسی مزید وضاحت کے بغیر فرمایا۔

ان اللّٰہ یکرہ انبعاق فی الکلام فنضر اللّٰہ وجہ رجل اوجز فی کلامہ واقتصر علی حاجتہ (۴۹)

اللہ تعالیٰ کو بے لگام گفتگو ناپسند ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرخرو فرمائے جو گفتگو میں اختصار وایجاز سے کام لیتے ہوئے اپنی ضرورت بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔

آپؐ کی فصاحت وبلاغت مسلم ہے۔ آپؐ کو زبان پر اس قدر قدرت تھی کہ آپؐ ہر قبیلے کے لہجے میں بات کر سکتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے!،،

لقد طفت فی العرب و سمعت فصحاء ھم فماسمعت افصح منك فمن ادبك ؟ قال ادبنی ربی فاحسن تادیبی (۵۰)

''میں عرب میں بہت گھوما پھرا ہوں بہت سے فصیح وبلیغ لوگوں کی باتیں سنیں لیکن آپؐ سے زیادہ فصیح اللسان کوئی نہیں دیکھا، آپؐ کو کس نے ادب سکھایا؟ آپؐ نے فرمایا مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت خوب سکھایا''۔

آپؐ عموماً ارتجالاً گفتگو فرماتے۔ الفاظ کے انتخاب میں نفاست ذوق کا ثبوت ملتا ہے۔ غریب وناما نوس الفاظ سے ہمیشہ پرہیز کرتے۔ گفتگو میں سلاست وروانی ہوتی اور ناشائستہ وقبیح الفاظ سے ہمیشہ کنارہ کشی کی۔ تکلف وتصنع کو سدا ناپسند کیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔

کان یکرہ التصنع کان یعرض کل کلام قبیح قال ایاك والتشادق و قال ان اللّٰہ یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانہ تخلل البقرہ بلسانھا (۵۱)

آپؐ مصنوعی کلام کو ناپسند کرتے تھے آپؐ ہر قسم کے قبیح کلام سے اعراض فرماتے، آپؐ کا ارشاد ہے کہ باچھیں کھول کھول کر گفتگو نہ کیا کرو یقیناً اللہ ایسے بلیغ آدمی سے بغض رکھتا ہے جو الفاظ ایسے چرتا ہو جیسے گائے چرتی ہے۔

جاحظ آپؐ کی بلاغت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''آپؐ صرف حکیمانہ گفتگو فرماتے اور معصوم کلام فرماتے طویل بات کو مختصر الفاظ میں ادا فرما دیتے مقابل کو صرف ایسی دلیل سے خاموش کراتے جس سے وہ آگاہ ہو اور گفتگو میں حق کے ذریعے دوسرے پر غلبہ حاصل کرتے کسی کو دھوکہ نہ دیتے کسی کو شک میں نہ ڈالتے لوگوں نے آپؐ کے کلام سے زیادہ نفع بخش، لفظوں کے اعتبار سے سچا، وزن کے اعتبار سے قابل اعتماد، جمیل المذہب، عمدہ مطلب والا، موقع کے اعتبار سے حسین، مخرج کے لحاظ سے آسان اور معنی کے لحاظ سے فصیح اور مقصود کے اعتبار سے واضح نہیں سنا۔ (۵۲)

صاحبِ جوامع الکلمؐ کے فصاحت وبلاغت سے مملو نظائر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

ان الدین یسر (۵۳)

"بے شک دین آسانی کا نام ہے"

اس لئے دین کو مشکل سمجھ کر سمجھنے کی کوشش نہ کرنا سراسر حماقت اور سستی ہے اور یہ دین کی آسانی ہی ہے کہ اس کے اصول وضوابط، عقائد ومسائل صاف اور سادہ ہیں جس پر زندگی کے ہر اسٹیج میں اور ہر کیفیت (صحت ہو یا بیماری) میں عمل کیا جاسکتا ہے، نبی کریم ﷺ نے اتنی بڑی بات کو صرف دو جملوں میں بیان کر دیا ہے۔

من حسن اسلام المرء ترك مالا يعنيه (۵۴)

"کسی آدمی کا خوبصورت اسلام وہ کہلائے گا جو شخص فضول کاموں کو چھوڑ دے۔"

انسان کی تخلیق کسی مقصد کے تحت ہوئی ہے لہذا اس کی زندگی بھی مقصد کے حصول میں صرف ہونی چاہئے قرآن میں بھی مسلمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے!

هم عن اللغو معرضون ۝ (۵۵)

یعنی مسلمان کی شان ہی یہ ہے کہ فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کرے۔

كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ماسمع (۵۶)

"کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا پھرے"۔

قرآن نے حکم دیا ہے!

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (۵۷)

"اگر فاسق شخص کوئی اطلاع دے تو اس اطلاع کو بغیر چھان بین کے آگے نہ پہنچاؤ۔"

اس کی خوبصورت تفسیر نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے ہو جاتی ہے۔

اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث (۵۸)

"یعنی گمان وخیال کی بنیاد پر بات کرنا جھوٹ کی ایک قسم ہے۔"

الفقر فخری (۵۹)

"فقر میرا سرمایہ افتخار ہے۔"

اس میں مال جمع کرنے کی حرص کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

الحیاء شعبة من الایمان (٦٠)

''حیاء بھی ایمان کاایک شعبہ ہے۔''

یہاں لفظ حیاء اپنے وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اسے ایمان کا حصہ قرار دینا بلاغت کی جان ہے اسی طرح اس میں رہنمائی ہے کہ ایمان کا تقاضا ہے کہ انسان بے حیائی اور برے کاموں سے بچے۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ (٦١)

''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا۔''

اخلاقیات کے اس اصول کو اللہ اور بندے کے درمیان کس طرح سے جوڑتے ہوئے دو جملوں میں بیان کر دیا ہے۔

الظلم ظلمات یوم القیامة (٦٢)

''ظلم قیامت کے دن تاریکی ہی تاریکی ہوگا''

اس جملے میں لفظی اشتراک کے ساتھ معنوی اشتراک بھی ہے یعنی ظالم کو قیامت کے دن کوئی امید کی کرن نہیں مل سکے گی، اسے اپنے ظلم کا مزہ چکھنا ہوگا۔

المستشار مؤتمن (٦٣)

''جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے۔''

اس میں تعلقات کا بنیادی اصول بتایا گیا ہے کہ مشورہ لینے والا چونکہ ایک قسم کا اعتقاد ظاہر کرتا ہے، لہٰذا اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانی چاہئے۔ اور یہ دونوں طرح پہنچتی ہے غلط مشورہ دے کر اور راز فاش کر کے اس لئے اس عمل کو امانت قرار دیا کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ کسی مسلمان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاتا۔

المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضا (٦٤)

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے بنیاد (عمارت) کی طرح ہے۔''

جس طرح دو اینٹیں جڑ کر عمارت مکمل اور مضبوط ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان دوسرے کو معاشرتی معاشی اور دیگر امور میں مضبوط کرتا ہے نہ کہ کمزور غور

فرمایئے اتنے سے جملہ میں کتنی بڑی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

المرء مع من أحب (٦٥)

"انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہو۔"

یعنی انسان جس خصلت عادت اور مزاج کا ہوتا ہے اسی قسم کے اس کے دوست ہوتے ہیں ایک مفہوم یہ بھی ہے انسان جس کے ساتھ محبت رکھتا ہے اسی کے راستہ پر چلتا ہے لہذا آخرت میں اس کا انجام بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔

الید العلیا خیر من الید السفلیٰ (٦٦)

"اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

اس میں بھیک مانگنے کی ممانعت اور انفاق کی ترغیب خوبصورت انداز میں کی گئی ہے۔

آیة المنافق ثلث اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف واذا اؤ تمن خان (٦٧)

"منافق کی پہچان تین چیزیں ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کو امانت سونپی جائے تو خیانت کرے۔"

نبی کریم ﷺ نے مختصر جملے میں تین بڑی معاشرتی برائیوں کی نشاندھی کر کے فرمادیا کہ مسلمان وہی ہے جو ان بیماریوں میں مبتلا نہ ہو۔

لا یلدغ المؤ من من جحر واحد مرتین (٦٨)

"مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔"

یعنی ایک مسلمان کو صاحبِ فراست ہونا چاہئے اسے ہر کام غور و تدبر سے کرنا چاہئے اور جس میں ایک دفعہ نقصان پہنچے اس سے بچنا چاہئے۔

الناس کإبل المئة لا تجد فیها راحلة (٦٩)

"لوگوں کی مثال سو اونٹ والے گلے کی طرح ہے جس میں تجھے سواری کا اونٹ نہیں ملے گا۔"

یعنی لوگوں کے اژدھام میں کوئی ایک آدمی ہی کام کا نکلتا ہے، اکثریت فضول ہوتی ہے۔

لن یھلك امرء بعد مشورۃ (۷۰)

"مشورہ کر لینے کے بعد کبھی کوئی انسان تباہ نہیں ہوتا۔"

یعنی مشورہ کرنے سے اچھا برا سب سامنے آجاتا ہے پھر آدمی محتاط انداز میں فیصلہ کر کے عمل کرتا ہے لہذا نقصان کا احتمال کم سے کم ہو جاتا ہے۔

یقول ابن آدم مالی مالی و انما لك من مالك ما اکلت فافنیت أو لبست فا بلیت أو وھبت فامضیت (۷۱)

انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال تو صرف وہی ہوتا ہے جو تو نے کھالیا اور ختم کر دیا یا جو پہن لیا پھر بوسیدہ کر دیا یا کسی کو بخش دیا، خیرات کر دیا اور قیامت کے لئے آگے جمع کر دیا۔

اس کے علاوہ تو سارا مال اسی دنیا میں رہ جائے گا اور رشتہ داروں کے حصہ میں چلا جائے گا۔

ایا کم والمشارۃ فانھا تمیت الغرۃ وتحی العرۃ (۷۲)

"باہمی مخاصمت سے بچو کیونکہ اس سے خوبیاں مر جاتی ہیں اور عیوب زندہ ہوتے ہیں۔"

انسان مخالف کو کمزور دکھانے کے لئے اس کی عیب جوئی اور خامیوں کی تلاش میں رہتا ہے اس طرح اس کی سوچ بھی غلط راستہ پر چل پڑتی ہے اور وہ خوبیوں کے بجائے خامیوں کا خوگر ہو جاتا ہے۔

لیس من اخلاق المؤمن الملق الا فی طلب العلم (۷۳)

"خوشامد مؤمن کے اخلاق میں سے نہیں الا یہ کہ علم کی خاطر ہو۔"

یعنی ایک مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ مطلب بر آوری کے لئے لوگوں کی چاپلوسی اور ان کی خوشامد کرتا پھرے ہاں اگر علم کے حصول کے لئے ہو تو کوئی بات نہیں اس لئے کہ خوشامد بھی ایک قسم کی منافقت ہے۔

ذو الوجھین لا یکون عند اللہ وجیھاً (۷۴)

"دو چہروں والا منافق اللہ کے نزدیک کبھی معزز نہیں ہو سکتا۔

ایسا شخص لوگوں سے دوغلی باتیں کر کے انہیں دھوکہ دے کر ان کی نگاہوں میں تو معزز ہو سکتا ہے مگر اللہ کے نزدیک معزز نہیں ہو سکتا۔

آپؐ نے فرمایا الدین النصیحة (۷۵)

''دین خیر خواہی کا نام ہے''

یعنی دین مار دھاڑ فتنہ وفساد کا نہیں بلکہ خلوص اور خیر خواہی کا نام ہے اسی طرح فرمایا!

انما الا عمال بالنیات (۷۶)

''اعمال کا مدار نیت پر ہے۔''

''اگر نیت اچھی ہے تو کام اچھا کہلائے گا نیت بری ہے تو کام برا کہلائے گا اور اچھے ارادہ سے کسی کی طرف رہنمائی کرنے والے کے بارے میں فرمایا!

الدال علی الخیر کفاعله (۷۷)

بھلائی کا راستہ بتانے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے۔

اور جس نے کسی کام کی بنیاد رکھی اس کے بارے میں فرمایا!

من سن سنة حسنة و من سن سنة سیئة الخ (۷۸)

جس نے کسی اچھے کام کی بنیاد رکھی تو بعد میں اس پر عمل کرنے والون کا اجر بھی اسی بنیاد رکھنے والے کو ملے گا اور جس نے کسی برے کام کی بنیاد رکھی تو بعد میں جو اس برائی کو جاری رکھے گا اس کی سزا بھی اس بنیاد رکھنے والے شخص کو ملے گی۔

غور فرمائیے کتنے مختصر جملوں میں کتنی بڑی بڑی باتیں آپؐ نے فرمائی ہیں ایک ایک جملہ اس قابل ہے کہ خطیب گھنٹوں صرف ایک جملہ پر تقریر کرے مصنف صفحات کے صفحات لکھے لیکن شاید پھر بھی اس کی جامعیت فصاحت وبلاغت کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ نہ کر سکے۔ لیکن جملے بہر حال انسانی فکر کا خلاصہ ہو سکتے ہیں ممکن ہے سوچ وبچار کے بعد بولے گئے ہوں لیکن میدان جنگ میں جب کہ فوج سراسیمہ ہو اس وقت اس سوچ بچار کا وقت نہیں ہوتا اسی موقع پر ادا ہونے والا کلام انسانی فصاحت کا جوہر ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے بے ساختہ ادا ہونے والے خطبات کی جھلکیاں :

مسلمانوں کی ظاہری شکست کو مشرکین مکہ حقیقی شکست تصور کر چکے تھے اور ہر ایک زبان حال وزبان قال سے کہہ رہا تھا۔

"آج مجھے بھی محمد ﷺ سے اپنا انتقام لے کر جگر کو ٹھنڈا کرنے کا موقع مل رہا ہے۔" (۷۹)

یہ ایک بڑا ہی نازک موقع تھا، حدیبیہ سے فتح مکہ تک اسلام اور اہلِ اسلام کا جو رعب اور ہیبت دلوں کو مسخر کر چکی تھی وہ خطرے کی زد میں تھی۔ جہادِ اسلامی کی تاریخ داغدار ہونے کو تھی، بارہ ہزار کا لشکر جرار راہ فرار اختیار کر رہا تھا، لیکن نہیں! محمد رسول ﷺ کی نظر ایک مافوق البشر نبی مرسل اور بے مثال سالار کی نظر تھی، دشمن کا لشکر تیروں کی بارش کر کے اپنا وار کر چکا تھا اور نیچے اتر رہا تھا اور فتح کے گھمنڈ میں بھاگنے والوں کے مکرر حملے سے بے خبر تھا، ایسے میں اللہ کا رسول برحقؐ ڈٹ جاتا ہے۔ آس پاس سے بھاگتی فوج کے سامنے اپنے قدم زمین میں گاڑ دیتا ہے۔ دشمن کی بپھری ہوئی فوج کے طوفانِ بلاخیز کے سامنے بند باندھ دیتا ہے۔ صدائے نبوتؐ گونجتی ہے۔ (۸۰) لوگو! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ ٹھہرو ادھر دیکھو! انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب پھر عباس بن عبدالمطلب کی بلند آواز فضاؤں کو چیرتی ہے، اے معشر انصار! اے معشر مہاجرین! اے بیعت رضوان سے مشرف ہونے والو! ادھر آؤ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ وسلامت ہیں اور دشمن کے سیل بلاخیز کو روک چکے ہیں! تاریخ کہتی ہے کہ بھاگتی ہوئی فوج پلٹی، جھپٹی اور دشمن خوف وحیرت میں پیچھے کی طرف بھاگا اس کی فتح شکست میں بدل گئی، ہارے ہوئے جیت گئے، بائیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار جنگی قیدی مالِ غنیمت ہاتھ لگا!

اب نو مسلموں کی بھیڑ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑنے کو تھی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ دوربین نے حالات کو بھانپ لیا تھا، ایک اونٹ کی کوہان سے بال لیا اور مال غنیمت پر منڈلانے والوں سے مخاطب ہوئے۔

''ایھاالناس ! واللّٰہ مالی فی ھذہ الغنائم ولا فی ھذہ الوبرۃ الا الخمس والخمس مردود علیکم، ردواعلی ردائی، ایھاالناس ! فواللّٰہ لو ان لکم بعدد شجر تھامۃ ابلاً لقسمتہ علیکم ثم ما الفیتمونی بخیلا ولا جبانا ولا کذابا'' (۸۱)

''لوگو ! اللہ کی قسم ہے اس مال غنیمت اور اونٹوں کی، اس اون میں میرے لئے صرف خمس ہے اور یہ خمس بھی تم ہی کو واپس مل جائے گا، میری چادر مجھے لوٹا دو بخدا اگر تہامہ کے درختوں کے برابر بھی مال غنیمت کے اونٹ ہوتے تو تم میں بانٹ دیتا، تم مجھے بخیل، بزدل یا جھوٹا نہ پاتے !''

اس تقریر کے بعد آپؐ قریش کے مولفۃ القلوب کو مال غنیمت سے خوش کر رہے تھے، ادھر انصار مدینہ کو حصہ نہ ملنے سے احساس محرومی وبے چینی کی کیفیت پیدا ہوتی دکھائی دے رہی تھی، وہ سمجھ رہے تھے کہ مکہ فتح ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب شاید اپنی قوم کے پاس رک جائیں، شاید اسی لئے مال غنیمت انہی کو دیا جارہا ہے، اس صورت حال کو نبوی بلاغت کا اعجاز سنبھالتا ہے اور حالات کا رخ بدل جاتا ہے، ارشاد ہوتا ہے !

''یا معشر الانصار! ماھذا الذی سمعتہ عنکم الم انکم ضالین فھدا کم اللّٰہ و عالۃ فاغنا کم اللّٰہ واعداء فالف اللّٰہ بین قلو بکم قالو! بلی یا رسول اللّٰہ ! قال : اما واللّٰہ لو شئتم لقلتم فلصد قتم ولصدقتم اتیتنا مکذبا فصد قناك ومخذولا فنصر ناك ! وطریدا فاویناك وعائلا فاسیناك! استکثرتم یا معشر الانصار لعاجلتہ من الدنیا! تالفت بھاقوما لیلموا وو کلتکم الی اسلامکم ! الا ترضون یا معشر الانصار! ان یذھب الناس بالشاۃ والبعیرو ترجعوا برسول اللّٰہ فی رحالکم؟ فوالذی نفس محمد بیدہ لولا

الهجرة لكنت واحدا من الا نصار! ولو سلك الناس شعبا و سلكت الا نصار شعباً لسلكت شعب الانصار اللّهم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار! (۸۲)

"اے گروہ انصار! یہ کیا ہے جو میں نے تمہارے بارے میں سنا ہے؟ کیا میں تمہارے پاس ایسے حال میں نہیں آیا تھا جبکہ تم گمراہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی، تم محتاج تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت مند بنا دیا، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔؟

سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا ہاں بخدا تم اگر چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو اور تم سچے ہوگے اور تمہاری تصدیق کی جائے گی کہ آپؐ جب ہمارے پاس آئے تو آپؐ جھٹلائے ہوئے تھے مگر ہم نے آپؐ کی تصدیق کی، آپؐ کے ساتھ کوئی نہ تھا مگر ہم آپؐ کے مددگار بن گئے، آپؐ کو بے سہارا بنا دیا گیا تھا لیکن ہم نے آپؐ کو پناہ دی، آپؐ محتاج تھے مگر ہم نے آپؐ سے ہمدردی کی، اے گروہ انصار! تم نے جلد ملنے والی دنیا کو بہت کچھ سمجھ لیا، میں نے اس دولت دنیا سے لوگوں کی تالیف قلب کی ہے تاکہ وہ اسلام قبول کرلیں، تمہیں میں نے تمہارے دین اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔ اے گروہ انصار! کیا تم یہ پسند نہیں کروگے کہ لوگ تو اپنے ساتھ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں مگر تم لوٹو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی ایک انصاری ہوتا۔ اگر انصار ایک گھاٹی سے گزرتے اور باقی سب لوگ دوسری گھاٹی سے گزرتے تو میں اس گھاٹی سے گزرتا جس سے انصار گزرتے ہیں۔

اے اللہ انصار پر، ان کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما!"

یہ الفاظ مجلی بن کر چمکے، رحمت بن کر برسے اور معجزہ بن کر چھا گئے۔ یہ تھی ایک مثال حدیث نبویؐ کے بلاغی اعجاز کی، یہ الفاظ جو انسانوں پر سحر حلال بن کر چھا گئے اور ان کی روش بدل کر رہ گئی، ان کی زندگی کا رخ بدل گیا، کلماتِ نبوتؐ اپنے اندر تین بلاغی اوصاف رکھتے ہیں جو کلامِ بلیغ کو فن کی بلندی پر تسلیم کرنے کا معیار ہیں۔ فصاحت وبلاغت کی اس بلندی کے بعد اور کوئی مقامِ بلند ہے ہی نہیں، اس کلامِ نبویؐ کا پہلا وصف خلوص ہے، یعنی یہ ان تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے جو عیوب و نقائص بلاغت شمار ہوتے ہیں دوسرا وصفِ بلاغی یہاں قصد و توازن ہے جو لفظ و معنی کے تناسب و اعتدال میں نظر آتا ہے۔ ان معانی کے لئے کوئی اور الفاظ لانے کی حاجت نہیں اور اگر ان الفاظ میں سے آپ کچھ نکال دیں اور ان کی جگہ اور الفاظ لے آئیں تو وہ لفظ و معنی کا قصد و توازن غائب ہو جائے گا جو یہاں کلام نبوی ﷺ کا طرہ امتیاز ہے، لیکن اس کلامِ نبویؐ کا تیسرا وصف بلاغی اسے فن کی اعلیٰ ترین بلندیوں پر پہنچاتا ہے جو "استفاء" کہلاتا ہے یعنی کلام کا تمام اوصاف بلاغت سے پوری طرح متصف ہونا۔

کلامِ نبوتؐ کا وہ وصف جس نے جاحظ جیسے امام الادب و النقد کو اپنا فریفتہ اور گرویدہ بنایا وہ ان کلمات سے عبارت ہے جن کے حروف کی تعداد کم مگر معانی کی مقدار کثیر ہے۔ اسی طرح نئی تراکیب، تعبیرات اور محاورات کا ایک سلسلہ ہے جس کا آپ ﷺ سے پہلے عربی زبان میں وجود ہی نہ تھا، آسان اور عام فہم الفاظ ہیں مگر معانی کی ایک دنیا ہے جو جوامع الکلم میں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی نظر آتی ہے، مثلاً یوم بدر کے متعلق فرمایا کہ **"ھذا یوم له مابعده"** (یہ ایک ایسا دن ہے جس کے بعد اس کے نتائج کا ایک سلسلہ ہوگا) حق غالب آیا تو تاریخ کا دھارا بدل گیا اور اگر خدانخواستہ دوسری صورت ہوتی تو آج دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی، اسی طرح برپا ہونے والے فتنوں کے متعلق آپؐ کے ایک منقول ارشاد میں صلح کے بارے میں ایک محاورہ استعمال ہوا ہے۔ **"ھدنة علی دخن بدنه"** جنگ بندی یا عارضی صلح کو کہتے ہیں جسے انگریزی میں ٹروس کہتے ہیں، دخن کھانے کی اس بگڑی ہوئی کیفیت کا نام ہے جو اس پر دھوئیں کے اثر انداز ہونے سے پیدا ہوتی ہے، یہ دونوں لفظ حضور ﷺ سے قبل عربی میں مستعمل تھے مگر ان دونوں لفظوں کو ملا کر یہ محاورہ زبان و ادب کی تاریخ میں پہلی بار صرف حضور ﷺ نے بولا اور پھر ضرب المثل بن گیا۔ (۸۳)

تشبیہ و تمثیل بات کو مؤثر طور پر دل نشین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے تمام انبیائے کرام کے وعظ و کلام کی یہ نمایاں خصوصیت رہی ہے، رسول اکرم ﷺ کو تشبیہ و تمثیل پر حیرت انگیز قدرت حاصل تھی۔ (۸۴)، حدیث نبویؐ کا ذخیرہ ایسی سینکڑوں مثالوں کو ہمارے سامنے لاتا ہے، تمثیل کی ایک بلیغ مثال آپ کا وہ ارشاد ہے جو معاشرے کے تحفظ واصلاح کے متعلق ایک موثر درس عبرت پیش کرتا ہے اور جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ کشتی میں سوار ہوئے ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھ گیا، ان میں سے ایک نے اپنی جگہ کشتی میں سوراخ کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ یہ تو میری اپنی جگہ ہے یہاں میں جو چاہوں کروں، اب اگر وہ اسے پکڑتے ہیں تو سب کی نجات ہے ورنہ سب غرق ہوں گے۔ (۸۵)

کلام اللہ و کلام نبویؐ کے بلاغتی اعجاز کا فرق

سب سے آخر میں ایک اہم نقطہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ قرآن کریم کے بلاغی اعجاز اور حدیث نبویؐ کے بلاغی اعجاز میں کچھ فرق ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے؟ یہ حقیقت تو واضح ہے کہ اعجاز القرآن اور اعجاز الحدیث میں یقیناً فرق ہے اور ہونا بھی چاہئے مگر اس باریک فرق کو سمجھنا ایک اہم اور مشکل مسئلہ ہے، اس فرق کو ہم دو مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ پہلی مثال اس طرح ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق کا کلامِ ازلی ہے اور کسی وقت کہیں بھی کسی انسان کے بس میں یہ نہیں کہ اس کا جواب لاسکے مگر کلامِ نبویؐ میں بعض فصحائے عرب کسی ایک بات میں کسی نہ کسی طرح تو شریک ہو سکتے ہیں مگر نہ تو فصیح و بلیغ عرب ایسا کر سکتا ہے اور نہ کوئی بلاغت کے ہر پہلو میں حضور ﷺ کا ہم پلہ ہو سکتا ہے، گویا قرآن کی فصاحت وبلاغت کا نہ انفرادی حیثیت میں جواب دیا جاسکتا ہے نہ اجتماعی حیثیت میں اور نہ اس کا مثل لایا جاسکتا ہے، جہاں تک کلامِ نبویؐ کا تعلق ہے اس کی فصاحت وبلاغت کے بعینہ ہم پلہ کلام تو نہیں کہا جاسکتا ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے قریب ہو سکتا ہے یعنی کچھ پہلوؤں سے کلامِ نبوی کے ہم پلہ ہو سکتا ہے۔ (۸۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اس پہلو کا اپنوں کے ساتھ غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی فصاحت وبلاغت پر غیر مسلم کی رائے

مسٹر ناتھ رام ایم اے لکھتے ہیں!

"یہ تو سب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ لیکن آپؐ کی پرورش ہو سعد کے قبیلہ میں ہوئی جو اپنی زبان کی صحت اور فصاحت کے لئے مشہور تھا آپ ﷺ چھ برس کی عمر تک اس قبیلے میں رہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں کوئی آدمی عام طور پر زبان سیکھتا اور اس پر حاوی ہو جاتا ہے۔ لیکن آپؐ کی زبان دانی کے اصلی جوہر چالیس سال کی عمر کے بعد کھلے جب آپؐ خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے"۔(۸۷)

مزید لکھتے ہیں "آپ ﷺ کی ادائیگی کلام ایسی فصیح اور قلّ ودلّ ہے کہ اس میں کسی کمی بیشی کی قطعاً گنجائش نہیں فصاحت کا معیار یہ ہے کہ کلام ایسا سلیس ہو کہ سامع کو اسے سمجھنے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ نہ الفاظ مشکل اور نامانوس ہوں۔ نہ ان کی ترکیب میں کسی طرح کی تعقید ہو۔ بلاغت کا درجہ اس سے اوپر ہے۔ بلکہ بلاغت کے لئے فصاحت پہلی شرط ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ کلام بلاغت کی کسوٹی پر پورا نہ اترے مگر اس کے باوجود وہ فصیح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ فصیح نہیں تو بلاغت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلاغت میں پہلی شرط یہ ہے کہ کہنے والا اپنا مدعا پورے کا پورا اپنے کلام میں منتقل کر دے یہاں "المعنی فی بطن الشاعر" کی نہیں چلتی اگر وہ ازکار مقدرات رہ جائیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ سننے والا پڑھنے والا نہ تو اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکے گا نہ وہ اس سے اثر ہی قبول کرے گا جو کہنے والے کا مدعا اور مقصود تھا ہم جب اس معیار پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط دیکھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا یہ الفاظ بنے ہی اس موضوع اور موقع کے لئے تھے۔(۸۸)

اس کے بعد مقالہ نگار نے نبی کریم ﷺ کے خطوط سے بہت عمدہ فصاحت و بلاغت کے نظائر پیش کئے ہیں جنہیں طوالت سے بچنے کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔

اور یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی فصاحت وبلاغت ایک ایسا موضوع ہے جس کا ایک مقالہ میں احاطہ ممکن نہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ لسان العرب ۔ ابن منظور ج/۴/ ص/۳۸۹، دارالسان العرب بیروت ۱۳۸۹ھ

۲۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا۔ ایس اے رحمان، ص/۹۴۴، مطبوعہ کراچی،

۳۔ پیغمبر اعظم و آخرؐ، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ص/۸۵،

۴۔ بطرس البستانی، فی ادباء العرب /ج ۱/ص ۲۳،

۵۔ کتاب الصناعتین ص/۱۹۲،

۶۔ البیان و التبیین للجاحظ ج/۳ ، ص/۲۰۔۲۱، مکتبۃ الاستقامۃ قاہرہ ۱۹۵۶ء،

۷۔ الامالی، ابی علی اسماعیل بن القاسم القالی، ج/۱، ص/۱۲۶، دارالکتب المصریۃ، ۱۹۲۶ء،

۸۔ صبح الاعشیٰ للقلشقندی ج /۱، ص/۳۷۷،

۹۔ الامالی، ج/۱، ص/۳۷،

۱۰۔ الاغانی لأ بوالفرج الاصفہانی ، ج/۱، ص/۵۱،

۱۱۔ الکامل للمبرد، ج/۲، ص/۶،

۱۲۔ صورالبدیع، ج/۱، ص/۲۷،

۱۳۔ ایضاً،

۱۴۔ البیان والتبیین للجاحظ ج/۳، ص/۵،

۱۵۔ سورۂ البقرۃ/۱۸۱،

۱۶۔ جواہر الاصول ص/۵۳،

۱۷۔ سورۂ الاعلیٰ/۶۔۷،

۱۸۔ سورۂ العنکبوت/۴۹،

۱۹۔ الاتقان للسیوطی ج/۱، ص/115، اور تاریخ الادب العربی، حسن زیات ، ص /۴۲،

۲۰۔ سورۂ الحجر/۹،

۲۱۔ جواھر الاصول، ص/۱۴۲،

۲۲۔ سورۂ النجم ۴/۵۳، اس کی تائید دیگر آیات الاعراف /۲۰۳، الانبیاء /۱۰۸، الاحزاب/۳۳، فصلت /۶، الاحقاف/۹، سے بھی ہوتی ہے۔

۲۳۔ خطباتِ سیرت، سرسید احمد خان ص/۲۶۳، دوست ایسوسی ایٹس لاہور ۱۹۹۷ء، یہی رائے امام غزالی کی ہے دیکھئے احیاء العلوم ج/۲، ص/۲۷۴،

۲۴۔ صحیح مسلم۔ امام مسلم بن حجاج القشیری، ج/۵، ص/۵،

دوسری روایت میں "اعطیت خمسا" کے الفاظ آئے ہیں جسے بزاز نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے، دیکھئے البحر الزخار ، ج/۲، ص/۲۵۱، حدیث نمبر ۶۵۶ اور ھیثمی نے کشف الاستار میں ج/۳، ص/۱۴۷، حدیث نمبر ۲۴۴۳۔

۲۵۔ البیان والتبیین للجاحظ ج/۴ص/۲۹،

۲۶۔ الأجوبۃ المرضیۃ فیما سئل السخاوی۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی ، ج/۲، ص/۵۹۴ (۱۵۲)، تحقیق محمد اسحٰق محمد ابراہیم دارالرأیۃ الریاض الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۸ھ، اور المقاصد الحسنۃ، ص/۱۳۲، حدیث نمبر ۲۶۶، مسند الفردوس، ج/۱، ص/۴۰۰، حدیث نمبر ۱۶۲۰، شعب الایمان للبیہقی ، ج/۴، ص/۳۰۷، حدیث نمبر ۵۲۰۲،

۲۷۔ الأجوبۃ للسخاوی، ج/۲، ص/۵۹۵ اور صحیح البخاری کتاب التعبیر باب رؤیا اللیل حدیث نمبر ۶۹۹۸،

۲۸۔ الأجوبۃ للسخاوی، ج/۲، ص/۵۹۶ اور مسند لأبی یعلی، ج/۱۳، ص/۲۰۹، حدیث نمبر ۷۲۳۸، مصنف لابن ابی شیبۃ ، ج/۱۱، ص/۴۸۰، حدیث نمبر ۱۱۷۸۴ اور شعب الایمان للبیہقی ، ج/۱، ص/۱۶۰، حدیث نمبر ۱۴۳۸،

۲۹۔ مسند احمد ج/۲، ص/۲۶۸ اور صحیح مسلم کتاب المساجد، ج/۱، ص/۵۷۲، حدیث نمبر ۵۲۳۶، الاعتصام، ج/۱۳، ص/۲۴۷، حدیث نمبر ۷۲۷۳، السنن الکبریٰ للنسائی ، ج/۶، ص/۴، اور الأجوبۃ للسخاوی ، ج/۲، ص/۵۹۵،

۳۰۔ الأجوبۃ للسخاوی ، ج/۲، ص/۵۹۶، شمائل ترمذی، ص/۲۰، حدیث نمبر ۶،

۳۱۔ صحیح بخاری کتاب التعبیر حدیث نمبر ۷۰۱۳ اور الأجوبۃ للسخاوی ، ج/۲، ص/۵۹۶،

۳۲۔ البیان والتبیین للجاحظ ج/۱، ص/۱۱۲،

۳۳۔ ایضاً ج/۱، ص/۱۰۶،

۳۴۔ ایضاً ج/۱، ص/۱۰۴،

۳۵۔ ایضاً ج/۱، ص/۱۱۵،

۳۶۔ لسان العرب مادہ ع، ج، ز،

۳۷۔ شرح المواقف للجرجانی ج/۳، ص/۵۱۵،

۳۸۔ لسان العرب لابن منظور، بذیل مادہ،

۳۹۔ البیان والتبیین، ج/۴، ص/۲۹،

۴۰۔ ماہنامہ نقوش رسول نمبر لاہور ، ج/۸، ص/۵۴۹،

۴۱۔ الشفاء لقاضی عیاض ، ج/۱، ص/۱۶۷،

۴۲۔ نقوش رسول نمبر ج/۸، ص/۵۵۰۔۵۵۱،

۴۳۔ تہذیب سیرۃ النبیؐ، ابن ہشام، ج/۳، ص/۵۱۵، مطبوعہ دار صادر بیروت،
سیرۃ النبیؐ ج/۳، ص/۱۱۵،

۴۴۔ سورۃ النجم/۳۔۴،

۴۵۔ بلوغ الارب شکری الآلوسی ج/۲، ص/۵۲، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ لاہور ۱۹۶۷ء،

۴۶۔ فصاحت نبویؐ ص/۲۰۱،

۴۷۔ الشفاء، ج/۲، ص/۱۷۸،

۴۸۔ اعجاز القرآن للرافعی، ص/۳۳۲،

۴۹۔ ایضاً،

۵۰۔ تاریخ الأدب العربی ۔ شوقی ضیف، ج/۱، ص/۳۴، دار المعارف مصر ۱۹۶۳،

۵۱۔ سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی الفصاحۃ ج/۵، ص/۱۴۱، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۹۵۴ء،

۵۲۔ البیان والتبیین للجاحظ، ج/۳، ص/۱۴۔۱۵،

۵۳۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، ج/۱، ص/۱۳۰، حدیث ۳۹ کتاب الایمان باب الدین یسر، دار الفکر بیروت ۱۹۹۰ء،

۵۴۔ صحیح سنن ترمذی البانی، ج/۲، ص/۲۶۹، حدیث نمبر ۱۸۶۶

۵۵۔ سورۃ المؤمنون،

۵۶۔ شرح صحیح مسلم (المقدمۃ) ج/۱، ص/۱۸۸، حدیث نمبر ۵، محی الدین ابی زکریا، یحیٰ بن شرف النووی، دار القلم بیروت ۱۹۸۷ء

۵۷۔ سورۃ الحجرات/۶،

۵۸۔ صحیح البخاری محمد بن اسماعیل، ج ۴ / ص ۵ / ج ۷ / ص ۲۴، دار الفکر بیروت، موطا امام مالک، حدیث ۹۰۸ دار الفکر بیروت، مشکوۃ ۵۰۲۸،

۵۹۔ حدیث نبویؐ،

۶۰۔ صحیح سنن ترمذی محمد ناصر الدین البانی، ج/۲، ص/۱۹۵، حدیث نمبر ۱۶۳۴، مکتبۃ التربیۃ الریاض ۱۹۸۸ء،

دوسری جگہ شعبۃ کے الفاظ بھی منقول ہیں۔ اور شرح صحیح مسلم، ج/۲، ص/۳۶۴، حدیث نمبر ۵۹، کتاب الایمان،

۶۱۔ صحیح سنن ترمذی البانی ج/۲، ص/۱۸۵، حدیث نمبر ۱۵۹۲۔۱۵۹۳، دوسری جگہ "لم" کے ساتھ منقول ہے۔

۶۲۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج/۵، ص/۳۶۱، کتاب اللقطۃ حدیث نمبر ۲۴۴۷، صحیح سنن ترمذی البانی، ج/۲، ص/۱۹۹، حدیث ۱۶۵۳،

۶۳۔ سنن ترمذی،

۶۴۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ابن حجر عسقلانی ج/۱۲، ص/۶۴، حدیث ۶۰۲۶، کتاب الادب باب تعاون المؤمنین،

۶۵۔ شرح صحیح مسلم نووی، ج/۱۵۔۱۶، ص/۴۲۷، حدیث ۱۶۵، کتاب البر باب المرء مع من أحب،

۶۶۔ شرح صحیح مسلم نووی، ج/۷۔۸، ص/۱۳۰، کتاب الزکوۃ صحیح سنن ترمذی، ج/۲، ص/۲۷۴، حدیث نمبر ۱۹۱۰، اور ج/۱، ص/۲۰۸ حدیث نمبر ۵۴۷،

۶۷۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری احمد بن حجر عسقلانی ج/۱، ص/۱۶۴، حدیث ۳۳ کتاب

الایمان باب علامۃ المنافق ، دارالفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۰ء ، اور کتاب الوصایا، ج /۶، ص /۲۷، حدیث ۲۷۴۹،

۶۸۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ، ج /۱۲، ص /۱۶۱، حدیث ۶۱۳۳، کتاب الادب باب لایلدغ المؤمن اور شرح صحیح مسلم ج /۱۷۔۱۸، ص /۳۳۵، حدیث نمبر ۱۲ کتاب الزھد ،

۶۹۔ البیان و التبیین للجاحظ ، ج /۲، ص /۲۰،

۷۰۔ ایضاً،

۷۱۔ ایضاً، اور صحیح سنن ترمذی البانی، ج /۳، ص /۱۳۳، حدیث نمبر ۲۶۱۷،

۷۲۔ ایضاً،

۷۳۔ ایضاً، ج /۲، ص /۲۴،

۷۴۔ الشفاء لقاضی عیاض ، ج /۱، ص /۱۷۵،

۷۵۔ صحیح ترمذی البانی ، ج /۲، ص /۱۸۰، حدیث ۱۵۷۰، فتح الباری ابن حجر عسقلانی، ج /۱، ص /۱۸۶، حدیث ۵۷، کتاب الایمان باب قول النبیؐ الدین النصیحۃ،

۷۶۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ، ج /۱، ص /۱۵، حدیث ۱۔ کتاب بدء الوحی،

۷۷۔ دوسری روایت میں دلیل الخیر کفاله کے الفاظ ہیں، کنز العمال ۱۵۔۱۶، مطبوعہ التراث الاسلامی ایک روایت میں دل الطریق صدقة کے الفاظ بھی ہیں صحیح بخاری، ۴ / ۴۳، سلسلة الصحیحة البانی ،ج ۳ / ص ۲۳، المکتب الاسلامی،

۷۸۔ سنن ابن ماجہ کتاب الدعوات شرح صحیح مسلم نووی، ج /۱۵۔۱۶، ص /۲۶۴، حدیث نمبر ۱۵، کتاب العلم باب من سنن سنۃ حسنۃ اور ج /۷۔۸، ص /۱۰۸، حدیث ۶۹ کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقة ،

۷۹۔ تاریخ طبری ، ج /۳، ص /۴۳۲ اور روح المعانی، ج /۱، ص /۲۷ ،

۸۰۔ سیرت ابن ھشام ج /۲ ص /۲۸۲،

۸۱۔ محمد۔للدکتور مصطفیٰ محمود ص /۵۲،

۸۲۔ جمہرۃ خطب العرب۔ ذکی صفوت ج /۱ ص /۱۷۵،

۸۳۔ البیان والتبیین ج /۲، ص /۱۶،

۸۴۔ تاریخ الادب العربی حسن زیات ص /۲۳،

۸۵۔ عظمۃ الرسول استاذ محمد عطیۃ ص /۲۷۷،

۸۶۔ سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد جولائی ۱۹۹۲،

۸۷۔ تجلیات سیرت ص /۲۹۶، ڈاکٹر حافظ محمد ثانی (فصلی سنز کراچی ۱۹۹۶ء) بحوالہ ماھنامہ فاران کراچی سیرت نمبر (جنوری ۱۹۵۶ء)

۸۸۔ ایضاً ص /۲۹۷،